www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فکر و نظر

سو بچوں کے قاتل کو دی جانے والی سزا

پاکستانی قانون اور شریعتِ اسلامیہ کی نظر میں

چند ماہ پہلے...... وحشی قاتل جاوید مغل کی طرف سے سو معصوم بچوں کے قتل کی بہیمانہ واردات نے پورے عالم کے ضمیر کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا۔ ملکی اور غیر ملکی ذرائع ابلاغ نے وحشت و بربریت کے اس عدیم النظیر واقعہ کو غیر معمولی 'کوریج' دی۔ ایڈیشنل ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن جج جناب اللہ بخش رانجھا نے چند ماہ قبل اس مقدمہ کے متعلق سزا سنائی کہ "جاوید مغل کو سو بار پھانسی دی جائے اور اس کے جسم کے سو ٹکڑے کرکے انہیں تیزاب میں اسی طرح ڈالا جائے جس طرح کہ اس نے سو بچوں کو تیزاب کے ڈرم میں ڈال کر موت کے گھاٹ اُتارا تھا اور یہ کہ اس سزا پر عمل درآمد مینارِ پاکستان گراؤنڈ میں عام پبلک کے سامنے کیا جائے تاکہ عبرت حاصل ہو"۔

فاضل جج کی جانب سے اس سزا کے متعلق عوام الناس کا ردِّعمل نہایت مثبت تھا، البتہ بعض حلقوں کی طرف سے اس پر اعتراضات بھی وارد کیے گئے۔ یہودی لابی کی تنخواہ دار ایجنٹ عاصمہ جہانگیر اور HRCP کے ڈائریکٹر آئی اے رحمن قادیانی نے اس سزا کو انسانی حقوق کے منافی قرار دیتے ہوئے بیان دیا کہ اس سے بربریت میں اضافہ ہوگا۔ پاکستان کے وزیر داخلہ جناب معین الدین حیدر نے اپنے بیان میں کہا کہ حکومت اس سزا پر عمل درآمد نہیں ہونے دے گی۔ بعض دینی حلقوں کی جانب سے بھی اس سزا کے شرعی یا غیر شرعی ہونے کے بارے میں سوالات اُٹھائے گئے۔

اگست ۲۰۰۰ء میں آکسفورڈ یونیورسٹی کے پروفیسر کلائیو کی سربراہی میں ایک برطانوی ٹیلی ویژن نیٹ ورک کی ٹیم نے پاکستان کا دورہ کیا۔ ان کے دورہ کا بنیادی مقصد سو بچوں کے وحشیانہ قتل کے اَسباب وعوامل کا کھوج لگانا اور جاوید مغل کو دی جانے والی سزا کے مختلف قانونی پہلوؤں کا جائزہ لینا تھا۔ پاکستان میں قیام کے دوران مذکورہ وفد نے حکومتِ پاکستان کے سینئر حکام، عدلیہ کے بعض جج صاحبان، وکلا، این جی اوز کے نمائندگان اور بعض مذہبی سکالرز سے بھی ملاقاتیں کیں اور ان کے انٹرویو ریکارڈ کیے۔ مؤرخہ ۲۴ اور ۲۸/ اگست کو پروفیسر کلائیو اور وفد کے دیگر اَرکان نے اسلامک ریسرچ کونسل (مجلس التحقیق الاسلامی) کا دورہ کیا۔ ملاقات کے دوران کونسل کے ڈائریکٹر حافظ عبدالرحمن مدنی، راقم الحروف، حافظ حسن مدنی، مولانا محمد رمضان سلفی اور دیگر اَرکانِ کونسل موجود تھے۔ راقم الحروف نے حاضرین کی نمائندگی کرتے ہوئے اسلامک ریسرچ کونسل اور اس سے وابستہ دیگر اداروں کے مقاصد، ورکنگ اور مختلف منصوبہ جات کا اِجمالی تعارف پیش کرنے کے ساتھ ساتھ برطانوی وفد کی توجہ اسلام میں انسانی حقوق کے تصور کی جانب دلائی۔ مغرب اور اسلام کے انسانی حقوق کے تصورات کے مابین بنیادی فرق پر روشنی ڈالتے ہوئے راقم الحروف نے بتایا کہ

"اسلام میں انسانی حقوق کا حقیقی سرچشمہ قرآن وسنت اور الہامی تعلیمات ہیں۔ ہمارے نزدیک صرف

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وہی انسانی حقوق پسندیدہ اور لائق اعتبار ہیں جن کی تائید قرآن وسنت سے ملتی ہو۔ مغرب کے انسانی حقوق کا کوئی واضح سرچشمہ نہیں ہے۔ مغربی فلاسفرز کبھی تو انسانی فطرت کو انسانی حقوق کا سرچشمہ قرار دیتے ہیں، کبھی انسانی احتیاجات کی مبہم ترکیب استعمال کرتے ہیں۔ مغرب میں انسانی حقوق کو مستقل قدر کا درجہ حاصل نہیں ہے، انسانی عقل مختلف اَدوار میں بعض حقوق کو قابل ترجیح قرار دے کر ان کی حیثیت کا نئے سرے سے تعین کرتی رہتی ہے۔"

اسلام میں جرم وسزا کے فلسفہ پر روشنی ڈالتے ہوئے راقم الحروف نے بیان کیا کہ

"اسلام میں کسی مجرم کو سزا دینے کے بنیادی طور پر تین مقاصد ہیں: اولاً: یہ کہ عدل وانصاف کے تقاضے پورے کرنا، ثانیاً: مجرم کو اس کے جرم کی سزا دینا اور ثالثاً یہ کہ مستقبل میں ایسے جرائم کے ممکنہ ارتکاب کی حوصلہ شکنی کرنا اور سزا کو دوسروں کے لئے عبرت کا نشان بنانا۔

جاوید مغل کو دی جانے والی سزا کا تعلق تیسری صورت سے ہے۔ چونکہ یہ ایک غیر معمولی اور عدیم النظیر جرم تھا، لہٰذا اس کے لئے غیر معمولی سزا سنائی گئی جو کہ کسی بھی اعتبار سے وحشیانہ نہیں ہے۔ یہ سزا اسلام کے جرم وسزا کے فلسفہ اور شرعی قوانین کی روح کے عین مطابق ہے۔ اسلام کے قانونِ قصاص کا مطالعہ کیا جائے تو یہ سزا قرآن وسنت کے تقاضوں سے ہم آہنگ نظر آتی ہے۔"

مسٹر کلائیو نے کہا کہ ہمارے پیش نظر اس سوال کا جواب ڈھونڈنا ہے کہ جاوید مغل کو دی جانے والی سزا کیا اسلامی شریعت کے عین مطابق ہے؟ اگر اس سوال کا جواب 'ہاں' میں ہے تو ضمنی سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ شرعی قوانین اور پاکستان پینل کوڈ کی دفعات کے درمیان مطابقت کس طرح پیدا کی جاسکتی ہے؟

دورانِ گفتگو مسٹر کلائیو نے یہ بتا کر حیران کردیا کہ برطانیہ میں رائے عامہ کے ایک طبقہ نے جاوید مغل کو دی جانے والی سزا پر پسندیدگی کا اظہار کیا اور مطالبہ کیا کہ برطانیہ میں معصوم بچوں کے قاتلوں کو بھی ویسی ہی سزا دی جائے۔

راقم الحروف نے بتایا کہ سو بچوں کے شقی القلب قاتل جاوید مغل کو جو سزا دی گئی ہے، اس کا بنیادی مقصد ایسے بھیانہ جرائم سے انسانیت کو بچانا ہے۔ جاوید مغل کو ایک دفعہ پھانسی دے کر دفن کردیا جائے یا اسے سو مرتبہ پھانسی دے کر اس کے ٹکڑے کرکے تیزاب میں ڈالا جائے، اس کے لئے دونوں باتیں برابر ہیں کیونکہ موت کے بعد انسانی جسم کو سزا کا احساس نہیں رہتا، البتہ مؤخر الذکر صورت میں دیکھنے والی آنکھوں کے لئے عبرت اور خوف پیدا ہوگا۔ اس طرح کی سزا کے خوف سے کوئی بھی آئندہ ایسے جرائم کا ارتکاب کرنے کی جرأت نہیں کرے گا۔ یہ طریقہ کسی بھی اعتبار سے وحشیانہ قرار نہیں دیا جاسکتا۔ ایک غیر معمولی اور عدیم النظیر جرم کے لئے عدیم النظیر اور عبرت ناک سزا کا دیا جانا بربریت کے زمرے میں نہیں آتا۔ جج صاحب کے نزدیک محض جاوید مغل کو سزا دینا نہیں تھا، ان کے پیش نظر ان سینکڑوں ماؤں اور خاندانوں کی تالیفِ قلب کرنا بھی تھا جن کے معصوم بچوں کو اس وحشی درندے نے ظالمانہ طریقے سے قتل کردیا تھا۔ پاکستانی عوام کا بھی یہ دیرینہ مطالبہ تھا کہ جاوید مغل کو عبرتناک سزا دی جائے...... مسٹر کلائیو نے کہا کہ مسٹر اللہ بخش رانجھا ایک رحم دل انسان ہیں، انہوں نے ضرور اس پہلو کو بھی پیش نظر رکھا ہوگا...... راقم الحروف نے انہیں بتایا کہ ہم اس سزا کو اسلامی شریعت کے قصاص کے قانون کی روح کے عین مطابق سمجھتے ہیں۔

حافظ عبدالرحمن مدنی، جو ایک معروف عالم دین ہونے کے ساتھ ساتھ اسلامک لاء کے نامور ماہر بھی سمجھے جاتے ہیں اور عرصہ سے حکومتی اداروں میں اعلیٰ عدلیہ کو مختلف آرڈیننسز اور اصولِ فقہ کی تعلیم دے رہے ہیں، نے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسٹر کلائیو کے ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے وضاحت کی کہ

''پاکستان کا موجودہ قانون قصاص وحدود، شریعت لاء اور اینگلو سیکسن لاء کا امتزاج ہے۔ پاکستان پینل کوڈ کی دفعہ ۳۰۲ میں قتل عمد کے لئے جو سزائیں مذکور ہیں، ان میں قصاص سرفہرست ہے اور نیچے انگریزی قانون کی سزائیں بھی دی گئی ہیں۔ البتہ اس قانون میں ایک اہم خامی یہ ہے کہ ان تمام سزاؤں کے نفاذ کے لئے جو طریقۂ کار بیان کیا گیا ہے، وہ سراسر اینگلو سیکسن قانون سے ماخوذ ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ پاکستان میں شرعی سزاؤں کو شرعی طریقے سے نافذ کرنا بے حد دشوار ہے۔ ہمارے ہاں قصاص کی سزا پر عمل درآمد صرف پھانسی کی صورت میں کیا جاتا ہے۔ حالانکہ اسلام میں قصاص پر عمل درآمد کے لئے پھانسی ہی واحد صورت نہیں۔ اگر قاتل نے مقتول کو پھانسی دے کر مارا تو اس کی سزا بھی پھانسی کی صورت میں دی جائے گی۔ اس نے اگر کسی اور طریقے سے قتل کیا ہے تو سزا بھی ویسی ہونی چاہئے، یہ ابہام ہمارے ہاں اب تک موجود ہے۔

مولانا مدنی صاحب نے بیان کیا کہ تعزیرات پاکستان کی دفعہ ۳۳۸۔ ایف کی رو سے اگر سزاؤں پر عمل درآمد کے متعلق کہیں کوئی ابہام یا کمی ہے تو اسے کتاب وسنت کے مطابق پورا کیا جائے لیکن عملاً ایسا نہیں ہو رہا۔ سزائیں شریعت کے نام پر سنائی جارہی ہیں، مگر ان پر عملدرآمد اینگلو سیکسن قانون کی روشنی میں کیا جارہا ہے۔ غالباً یہی وہ رکاوٹ ہے جو ہماری عدالتوں کے جج صاحبان کو درپیش ہے۔ جاوید مغل کیس کے بارے میں فاضل جج اللہ بخش رانجھا بھی اس مشکل سے دوچار رہے ہیں۔ بالآخر انہوں نے اسلام کے قانونِ قصاص کو پیش نظر رکھتے ہوئے نہ صرف سزا اِسلامک لاء کے مطابق سنائی بلکہ اس پر عملدرآمد کے لئے بھی قصاص کی روشنی میں اَحکام صادر کئے۔ لہٰذا ان کا فیصلہ اسلامی شریعت سے متصادم نہیں ہے''

پاکستانی پینل کوڈ اور اِسلامک لاء میں مطابقت

مذکورہ برطانوی وفد سے مؤرخہ ۲۸/اگست کو اسلامک ریسرچ کونسل میں دوبارہ ملاقات ہوئی۔ جہاں انہوں نے انگریزی میں راقم الحروف کا تفصیلی انٹرویو ریکارڈ کیا۔ مسٹر کلائیو اور ان کی ٹیم کے ارکان یہ جاننا چاہتے تھے کہ جاوید مغل کیس میں اسلامک لاء اور پاکستانی پینل کوڈ کی دفعات کے درمیان تطبیق آخر کس طرح ہو سکتی ہے؟ ان کے خیال میں یہ دونوں قوانین باہم متصادم ہیں۔

راقم الحروف نے بیان کیا کہ بادی النظر میں یہ باہم متصادم معلوم ہوتے ہیں، لیکن حقیقت میں ایسا نہیں ہے۔ 'قصاص اور دیت آرڈیننس' کے ذریعے اسلامک لاء اور اینگلو سیکسن لاء کے درمیان بہت حد تک مطابقت پیدا کردی گئی ہے۔ یہی آرڈیننس بعد میں تعزیرات پاکستان کا حصہ بنا دیا گیا ہے۔ جاوید مغل کیس کے بارے میں سنائی جانے والی سزا کی شرعی حیثیت کے تعین سے پہلے مناسب ہے کہ پاکستان پینل کوڈ کی متعلقہ دفعات کو پیش نظر رکھا جائے۔ اس ضمن میں درج ذیل باتیں خصوصی توجہ کی متقاضی ہیں:

(۱) پاکستان پینل کوڈ کا باب نمبر ۱۶ (دفعات ۲۹۹ سے لے کر ۳۳۸ تک) انسانی جسم سے متعلق جرائم کی سزاؤں پر مبنی ہے۔ اس باب کے شروع میں قصاص کی تعریف یوں کی گئی ہے:

"Qisas"(قصاص) means punishment by causing similiar bust at the same part of the body of the convict as be has caused to the victim or by causing his death if he has committed *Qatl-i-Amad* in execcise of the right of the victim or a wali."

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"قصاص سے مراد ایسی سزا ہے کہ جو مجرم کو جسم کے اسی حصہ پر ویسے ہی ضرب لگانے سے دی جائے جیسے کہ اس نے Victim (شکار) پر لگائی تھی۔ یا مقتول (Victim) یا اس کے ولی کی حق رسی کی خاطر قاتل کو قتل عمد کے نتیجے میں ایسی سزا دی جائے جو اس کی موت پر منتج ہو"

(۲) تعزیراتِ پاکستان کی دفعہ ۳۰۲ درج ذیل ہے:

"جو کوئی بھی قتل عمد کا ارتکاب کرتا ہے، اس باب کی دیگر شقات سے مشروط، اسے:

(الف) قصاص کے طور پر موت کی سزا دی جائے گی۔

(ب) اگر دفعہ ۳۰۴ میں مخصوص کردہ ثبوت کی کوئی بھی شکل میسر نہ ہو، تو مقدمہ کے حقائق اور حالات کا لحاظ رکھتے ہوئے اسے تعزیر کے طور پر عمر قید اس طرح دی جائے گی تاوقتیکہ اس کی موت واقع ہو جائے۔

(ج) اسے کسی بھی مدت کے لئے سزا دی جائے گی جو ۲۵ سال تک قابل توسیع ہو۔ ایسی صورت میں جہاں اسلامی احکام کی رو سے قصاص کی سزا قابل اطلاق نہ ہو۔"

(۳) تعزیراتِ پاکستان کی دفعہ ۳۱۴ کی ذیلی شق نمبرا کے الفاظ یہ ہیں:

"(1) Qisas in *'Qatl-i-amad'* shall be executed by a functionary of the Government by causing death of the convict as the court may direct."

"قتل عمد میں قصاص پر عمل درآمد حکومت کے ایک اہلکار کی طرف سے کیا جائے گا، مجرم کی موت واقع کرنے کی صورت میں، جیسا کہ عدالت حکم صادر کرے"

(۴) تعزیراتِ پاکستان کی دفعہ ۳۳۸ کی ذیلی شق ۳۳۸۔ ایف میں مذکورہ باب کی دفعات کی وضاحت یا تعبیر کے متعلق یہ ہدایت درج ہے:

"اس باب کے شقات کی تعبیر و اطلاق یا متفرق معاملات کے ضمن میں، عدالت اسلامی احکام کو ہی راہنما بنائے گی، جیسا کہ قرآن وسنت میں انہیں بیان کیا گیا ہے"

تعزیراتِ پاکستان کی محولہ دفعات کی روشنی میں جو مجموعی صورتحال سامنے آتی ہے، اس کے اہم نکات کا خلاصہ یہ ہے:

(۱) قصاص کی تعریف کو دو حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے، پہلے حصہ میں تو واضح طور پر تعین کر دیا گیا ہے کہ مجرم کو اسی انداز میں جسم کے اسی حصہ پر ضرب پہنچائی جائے جس طرح کہ اس نے مضروب کو پہنچائی تھی۔ البتہ دوسرے حصہ میں قتل عمد کی صورت میں مجرم کو ایسی سزا دینے کا ذکر ہے جو اسکی موت پر منتج ہو **(Causing death)** اس تعریف میں 'موت کی سزا دینے' کا ذکر ہے، یہ سزا کس طرح دی جائے گی، اس کے بارے میں کوئی وضاحت موجود نہیں ہے۔ قانون سازوں نے غالباً اس پہلو کو کسی مصلحت کے تحت محدود نہیں کیا بلکہ Open رکھا ہے کیونکہ حدیث میں مختلف مجرموں کے خلاف قصاص کے عمل درآمد کی صورت میں مختلف طریقے بیان کئے گئے ہیں۔ اس تعریف کی رو سے یہ حکم نہیں لگایا جاسکتا کہ قتل عمد کی سزا پر عمل درآمد صرف اور صرف پھانسی کی صوت میں کیا جانا چاہئے۔ قصاص کی اس تعریف کو دفعہ ۳۳۸۔ ایف کے ساتھ ملا کر پڑھا جائے تو اس کا مطلب یہی نکلتا ہے کہ مجرم کو موت کی سزا دینے کے لئے بھی وہی طریقہ اپنایا جائے جو قرآن وسنت کی رو سے درست ہے۔

(۲) قصاص پر عملدرآمد کے سلسلہ میں دفعہ ۳۱۴ کی ذیلی شق نہایت اہم ہے۔ اس میں جہاں یہ ذکر کیا گیا ہے کہ قصاص پر عملدرآمد سرکاری حکام ہی کے ذریعے کیا جائے گا، وہاں اس کے طریقہ کار کے متعلق راہنما اصول دے دیا گیا ہے، وضاحت نہیں کی گئی۔ وہ راہنما اصول یہ ہے کہ "جیسا کہ عدالت حکم دے" ...... یہاں ایک دفعہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پھر سزا پر عمل درآمد کے طریقہ کار کو عدالت کے حکم کی نوعیت سے مشروط کردیا گیا ہے۔ مگر سوال پیدا ہوتا ہے کہ عدالت ایسے معاملے میں حکم دینے میں کس حد تک آزاد ہے یا اس کی صوابدید کا دائرہ کار کیا ہے؟ ''جیسا کہ عدالت حکم دے'' والے جملے سے یہ غلط فہمی نہیں ہونی چاہئے کہ عدالت اپنی خواہشاتِ نفس کے تابع جیسا چاہے حکم دے دے، ہرگز نہیں۔ یہاں پھر ہمیں اس دفعہ کو ۳۳۸۔ ایف کی روشنی میں دیکھنا ہوگا۔ عدالت کی اس صوابدید کی تعبیر بھی قرآن وسنت کی تعلیمات کی روشنی میں کی جائے گی۔ یعنی عدالت صرف اسی طرح سزا پر عملدرآمد کا حکم دے سکتی ہے جس کی قرآن وسنت سے تائید ملتی ہو، اس سے ہٹ کر نہیں۔

''جیسا کہ عدالت حکم دے'' ...... سے ایک اور نکتہ بھی پیدا ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ عام طور پر پاکستان میں قتل عمد کے مجرم کو پھانسی دے کر موت کے گھاٹ اُتارا جاتا ہے۔ اگر کوئی جج مجرم کو موت کی سزا دینے کے لئے پھانسی کے علاوہ کوئی اور طریقہ بیان کرے اور وہ قرآن وسنت سے متصادم نہ ہو تو ''جیسا کہ عدالت حکم دے'' کا جملہ ظاہر کرتا ہے کہ جج کا وہ بیان کردہ طریقہ درست قرار پائے گا۔ جاوید مغل کیس میں فاضل جج جناب اللہ بخش رانجھا نے اس صوابدیدی جملہ کے تحت سزا کے طریقہ کار کو غیر روایتی مگر شرعی حدود میں رہتے ہوئے بیان کیا ہے تو پھر بطور جج کے وہ اس کا اختیار رکھتے تھے۔ ان کا فیصلہ اس اعتبار سے پاکستان کے مروّجہ قانون کی حدود کے بھی اندر ہے، اس سے متجاوز نہیں جیسا کہ بعض حضرات کا خیال ہے۔

شریعت ِ اسلامیہ کی روشنی میں!

سو بچوں کا قتل ایک ہولناک، غیر معمولی اور عدیم النظیر واقعہ تھا، اس کے مجرم کو موت کی سزا دینے کے لئے اگر فاضل جج نے غیر معمولی طریقہ کار بیان کیا ہے، تو اس پر اعتراض نہیں کیا جانا چاہئے۔ خود رسول اللہ ﷺ اور خلفائے راشدین کے دور میں اس طرح کی غیر معمولی سزاؤں کا دیا جانا حدیث کی کتب میں مذکور ہے۔ راقم کی اس وضاحت کے بعد کلائیو نے وہ سوال کیا جو مغرب کا عام فرد کرتا ہے: ''کیا یہ سزا بربریت پر مبنی نہیں ہے؟''

ہرگز نہیں، عظیم پیمانے کی بربریت کے خاتمے کے لئے اور انسانیت کو متوقع بربریت سے بچانے کے لئے ایک فردِ واحد، سفاک قاتل کے ساتھ ایسا برتاؤ ہرگز وحشیانہ قرار نہیں دیا جاسکتا۔ یہ فیصلہ اسلامی شریعت، تعزیرات پاکستان اور انسانی معاشرے کے تحفظ کے تقاضوں اور روح کے عین مطابق ہے، راقم نے جواباً کہا۔

مندرجہ بالا سطور میں برطانوی وفد سے گفتگو کا خلاصہ پیش کیا گیا ہے۔ نہایت افسوس کا مقام ہے کہ اہل مغرب تو سو بچوں کے قتل کے کیس کے بارے میں تحقیق کرنے کے لئے پاکستان پہنچ گئے ہیں۔ ان کے دورے پر لاکھوں روپے کے اِخراجات اُٹھیں گے، مگر ہمارے ہاں اس واقعے کی سنگینی کے تناسب میں دلچسپی کا اظہار نہیں کیا گیا۔ شروع شروع میں احتجاجی بیانات اخبارات میں شائع ہوتے رہے، مگر اس واقعے کے اَسباب وعوامل کا کھوج لگانے کے لئے نہ تو کسی ادارے نے ریسرچ کا اہتمام کیا ہے اور نہ ہی علما نے اس فیصلے کی شرعی حیثیت کے متعلق عوام الناس کی راہنمائی کے لئے اب تک علمی انداز میں روشنی ڈالی ہے۔ اسلامی نظریاتی کونسل کے ایک ڈائریکٹر یا رکن کا بیان اخبارات میں چھپا تھا جس میں انہوں نے کہا: یہ مذکورہ فیصلہ شریعت کی رو سے درست نہیں ہے۔ اس مختصر فتویٰ نما بیان میں ان دلائل کا تفصیلی ذکر نہیں تھا جن کی بنیاد پر انہوں نے یہ رائے قائم کی۔ یہ کیس گہری تحقیق کا متقاضی ہے۔ درج ذیل سطور میں قرآن وسنت کی روشنی میں اس فیصلہ کا جائزہ لینے کی کاوش کی گئی ہے :

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ڈاکٹر احمد فتحی بہنسی کی معروف تالیف القصاص فی الفقہ الاسلامی میں قصاص کی وضاحت درج ذیل الفاظ میں ملتی ہے: (صفحہ ۵۲،۵۳)

"قصاص کا لفظ قصّ الأثر سے ماخوذ ہے جس کا معنی ہے روایت یا اثر کی بتدریج پیروی کرنا۔ اس سے القاصّ (قصہ گو) نکلا ہے کیونکہ وہ آثار واَخبار کی پیروی کرتا ہے۔ اس اعتبار سے قصاص کا معنی یہ ہوا کہ گویا قاتل، قتل کا جو راستہ اختیار کرتا ہے اس کے قدموں کے نشانوں پر اس کا پیچھا کیا جاتا ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ قص کا معنی کاٹنا ہے چنانچہ محاورہ ہے: قصصت ما بینهما یعنی ان دونوں کے باہمی تعلقات منقطع ہوگئے۔ قصّ الشعر کے معنی ہیں: بال تراشنا، اسی لفظ سے قصاص نکلا ہے کیونکہ قصاص جراحت کے عوض جراحت رسانی یا قتل کے بدلے قتل کا نام ہے...... فقہ اسلامی کی کتابوں میں قصاص کا ذکر عموماً جنایات کے تحت کیا جاتا ہے۔ 'جنایت' لغت میں بُرا کام کرنے کو کہتے ہیں۔ شریعت میں جنایت کا اطلاق ہر اس فعل پر ہوتا ہے جس کا ارتکاب شرعاً حرام ہو، خواہ یہ فعل مال کے خلاف ہو یا جان کے، لیکن اصطلاحِ فقہا میں جنایت اس فعل ممنوع کو کہتے ہیں جو کسی کی جان یا اعضائے جسم کے لئے ضرر رساں ہو۔ قصاص صرف قتل عمد میں وا[جب] ہوتا ہے۔ قتل خطا یا قتل عمد میں شبہ پیدا ہوجانے کی صورت میں دیت لاگو ہوتی ہے"

قرآنِ مجید میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

(۱) ﴿وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيَاةٌ يَا أُولِي الْأَلْبَابِ﴾ (البقرہ:۱۷۹)

"اے اربابِ دانش! تمہارے لئے قصاص میں زندگی ہے"

سورۃ البقرۃ کی آیت نمبر ۱۷۸ میں قصاص کے حکم کو تفصیل کے ساتھ بیان فرمایا:

(۲) ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلَى، الخ﴾ (البقرۃ ۱۷۸)

"مسلمانو! جو لوگ تم میں قتل کیے جائیں، ان کا برابر کا بدلہ تم پر فرض ہے۔ آزاد کے بدلے آزاد، غلام کے بدلے غلام، عورت کے بدلے عورت۔ پھر جس خونی کو اس کے بھائی (مقتول کے وارث) کی طرف سے کچھ بھی معافی دی جائے تو معاف کرنے والا دستور کے مطابق (یعنی بغیر سختی کے) قاتل سے خون بہا وصول کرے اور قاتل اچھے طور سے وارث کو دیت ادا کرے۔ یہ (عفو اور دیت کا) حکم تم پر تمہارے پروردگار کی طرف سے آسانی ہے اور مہربانی۔ پھر جو کوئی زیادتی کرے (یعنی خونی کو مار ڈالے یا زخمی کرے) تو اس کو دردناک عذاب ہوگا"

قصاص کے متعلق مندرجہ بالا عمومی اَحکام کے بعد قصاص کی سزا کے نفاذ کے طریقہ کار کو قرآن وسنت کی روشنی میں سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں، اس کے بعد ہمیں جاوید مغل کو دی جانے والی سزا کی شرعی حیثیت کے متعلق کسی نتیجہ پر پہنچنے میں آسانی رہے گی۔

(۳) قرآنِ مجید میں سورۂ مائدہ کی آیت ۳۳ موضوع زیر بحث کے متعلق خاصی اہم ہے:

﴿إِنَّمَا جَزَاءُ الَّذِينَ يُحَارِبُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا أَنْ يُقَتَّلُوا أَوْ يُصَلَّبُوا أَوْ تُقَطَّعَ أَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُمْ مِنْ خِلَافٍ أَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْأَرْضِ، ذَٰلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ﴾

"جو لوگ اللہ اور اس کے رسولؐ سے لڑتے ہیں اور زمین میں اس لئے تگ و دو کرتے پھرتے ہیں کہ فساد برپا کریں، ان کی سزا یہ ہے کہ قتل کیے جائیں، یا سولی پر چڑھائے جائیں، یا ان کے ہاتھ اور پاؤں مخالف سمتوں سے کاٹ ڈالے جائیں یا وہ جلاوطن کردیے جائیں۔ یہ ذلت و رسوائی تو ان کے لئے دنیا میں ہے اور آخرت میں ان کے لئے اس سے بڑی سزا ہے"

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شانِ نزول: اس آیتِ مبارکہ میں لفظ یُقَتَّلُوْا استعمال ہوا ہے جس کا لفظی مطلب ''ٹکڑے ٹکڑے کرنا'' ہے۔ مختلف تفاسیر میں اس آیت کے شانِ نزول کے متعلق جو تفصیلات ملتی ہیں، اس کی رو سے یہ آیت قبیلہ عرینۃ کے دغا باز، مرتد، ظالم افراد کے بارے میں اتری ہے۔ تفسیر ابن کثیر میں بالتفصیل سے اس آیت کا پس منظر بیان کیا گیا ہے۔ چنانچہ بخاری ومسلم میں ہے کہ قبیلہ عرینۃ (عکل) کے آٹھ آدمی رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے۔ آپ نے ان سے فرمایا: اگر تم چاہو تو ہمارے چرواہوں کے ساتھ چلے جاؤ، اونٹوں کا دودھ وغیرہ تمہیں ملے گا، چنانچہ یہ گئے اور ان کی بیماری جاتی رہی تو انہوں نے ان چرواہوں کو مار ڈالا اور اونٹ لے کر چلتے بنے۔ انہوں نے چرواہوں کی آنکھوں میں گرم سلائیاں بھی پھیری تھیں۔ حضور اکرم ﷺ کو جب یہ خبر پہنچی تو آپ نے صحابہ کو ان کے پیچھے دوڑایا کہ انہیں پکڑ لائیں۔ چنانچہ یہ گرفتار کئے گئے اور حضور ﷺ کے سامنے پیش کئے گئے۔ پھر ان کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیئے گئے اور آنکھوں میں گرم سلائیاں پھیری گئیں اور دھوپ میں پڑے ہوئے تڑپ تڑپ کر مرگئے۔ صحیح مسلم میں ہے یہ پانی مانگتے تھے مگر انہیں پانی نہ دیا گیا، نہ ان کے زخم دھوئے گئے۔ انہوں نے چوری بھی کی تھی، قتل بھی کیا تھا، ایمان کے بعد کفر بھی کیا تھا اور اللہ ورسولؐ سے لڑتے بھی تھے۔ موت کے وقت پیاس کے مارے ان کی یہ حالت تھی کہ زمین چاٹ رہے تھے☆۔ تفسیر ابن کثیر میں ہے کہ جو لشکر ان مرتدوں کو گرفتار کرنے

☆ یہاں اس امر کی طرف بھی توجہ دینا ضروری ہے کہ ایسی سزا اس شخصیت کے حکم اور نگرانی میں نافذ العمل ہوئی جسے دنیا رحمۃ للعالمین ﷺ کے مبارک لقب سے یاد کرتی ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ امت کے ساتھ بے مثال رحمت وشفقت اپنی جگہ، لیکن مجرم سے اگر اسی رحمت کا برتاؤ کیا جائے تو جرائم کی حوصلہ افزائی ہو کر ان کی بیخ کنی مشکل ہو جائے گی۔ یہی وجہ ہے کہ رحمۃ للعالمین ﷺ کی عدالت سے ان مجرموں کو ایسی اذیت ناک سزا ملی۔ معلوم ہوا کہ مجرم کے انسانی حقوق کا تحفظ یا شرفِ آدمیت کا احترام شریعت کی نظر میں اس وقت جاتا رہتا ہے جب مجرم اپنے اعمالِ شنیعہ کے ذریعے اشرف المخلوقات کی مرتبے سے اتر کر بداعمالی کے قعرِ مذلت میں جا گرتا ہے۔ قرآنِ کریم کی سورۃ التین میں یہی اصول اس طرح بیان ہوا ہے کہ ''ہم نے تو انسان کو بہترین ساخت میں پیدا فرمایا، لیکن اپنے بدتر اعمال کی بنا پر وہ أسفل سافلین (بدترین گہرائی) میں جا گرتا ہے''۔

اسی طرح انسانی حقوق کے منادوں کا یہ دعوی مغالطہ آمیز ہے کہ مجرم کو پبلک کے سامنے اس لئے سزا نہ دی جائے کیونکہ اس سے انسانی حق تکریم کی نفی ہوتی ہے۔ اسلام میں انسان کی تکریم، انسان سے کوئی مستقل بالذات شے نہیں جو کبھی اس سے جدا نہیں ہوتی بلکہ اسلام میں تکریم کا یہ فلسفہ اعمالِ تقویٰ سے جڑا ہوا ہے، جو انسان نیک اعمال اور بھلائی کے کام کرتا ہے وہ قابلِ تکریم ہے، قرآنِ کریم میں ہے ﴿إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ﴾ (الحجرات:۱۳)

''تم میں سب سے باعزت وہ ہے جو سب سے زیادہ نیکوکار ہے''

اور جو انسان برائی یا ظلم میں ملوث ہو جائے، اور بدترین گناہوں کا مرتکب بن جائے تو شریعتِ اسلامیہ کی نظر میں وہ انسانیت کے مرتبے سے گر جاتا ہے۔ قرآنِ کریم میں ہے:

﴿وَمَن يُهِنِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِن مُّكْرِمٍ﴾ ''جس کو اللہ رسوا کردے اس کو کوئی عزت نہیں دے سکتا''

ان قرآنی آیات اور اسلامی تصورات کی روشنی میں یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ مغرب کا انسانی حقوق کا نظریۂ شرفِ آدمیت اسی اِفراط وتفریط کا شکار ہے جس سے انسانوں کے بنائے دیگر نظریات عموماً متاثر نظر آتے ہیں۔ انسانی تکریم کا ہر دم باقی رہنے والا یہ فلسفہ اسلام کی نظر میں ساقط الاعتبار ہے۔ اسلام مجرم کو عزت دے کر جرائم کو چھوٹ دینے کا قطعاً روادار نہیں ہے بلکہ اس کی سزا کو باعث عبرت بنانے اور کھلم کھلا دینے کا سبق دیتا ہے، سورۃ النور، آیت ۲ میں ہے: ﴿وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَائِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ﴾ ''اور ان دونوں کو سزا دیتے ہوئے مسلمانوں کا ایک گروہ موجود رہے'' (حسن مدنی)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے لئے بھیجا گیا تھا، ان کے سردار حضرت جریرؓ تھے۔ ان کی آنکھوں میں سلائیاں پھیرنے کے متعلق صحیح مسلم میں یہ موجود ہے کہ ''انہوں نے چرواہوں کے ساتھ بھی یہی کیا تھا، پس یہ اس کا بدلہ اور ان کا قصاص تھا، جو انہوں نے ان کے ساتھ کیا تھا، وہی ان کے ساتھ کیا گیا''۔ مفسر ابن کثیر لکھتے ہیں کہ بعض روایتوں میں ہے کہ قتل کے بعد انہیں جلا دیا گیا۔

تاویلات کے خوگر بعض اہل الرائے نے مندرجہ بالا آیت کے متعلق بے حد عجیب نکتہ آفرینی کی ہے۔ ان کے خیال میں حضورِ اکرم ﷺ نے قبیلہ عرینہ کے لوگوں کو جو سزا دی وہ اللہ کو پسند نہ آئی، رئیس المفسرین علامہ ابن کثیر ایسے تاویل بازوں کی تردید میں ارشاد فرماتے ہیں:

> ''بعض بزرگوں کا قول ہے کہ حضور ﷺ نے جو سزا دی وہ اللہ کو پسند نہ آئی اور اس آیت (المائدۃ:۳۳) سے اسے منسوخ کر دیا۔ ان کے نزدیک گویا اس آیت میں آنحضرت ﷺ کو سزا سے روکا گیا ہے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے مثلہ کرنے سے یعنی ہاتھ پاؤں، کان، ناک کاٹنے سے جو ممانعت فرمائی ہے، اس سے یہ سزا منسوخ ہوگئی لیکن یہ دعویٰ نسخ دلیل کا محتاج ہے۔ پھر یہ بھی سوال طلب امر ہے کہ ناسخ کی تاخیر کی دلیل کیا ہے، بعض کہتے ہیں کہ حدودِ اسلام مقرر ہونے سے پہلے کا یہ واقعہ ہے لیکن یہ بھی ٹھیک نہیں بلکہ یہ واقعہ حدود کے تقرر کے بعد کا ہے، اس لئے کہ ایک حدیث کے ایک راوی حضرت جریر بن عبداللہؓ ہیں اور ان کا اسلام سورۂ مائدہ کے نازل ہوچکنے کے بعد کا ہے۔ بعض کہتے ہیں حضور ﷺ نے ان کی آنکھوں میں گرم سلائیاں پھیرنی چاہی تھیں، لیکن یہ آیت اتری اور آپؐ اپنے ارادہ سے باز رہے، لیکن یہ بھی درست نہیں اس لئے کہ بخاری و مسلم میں یہ الفاظ ہیں کہ حضور ﷺ نے ان کی آنکھوں میں سلائیاں پھروائیں۔ ایک روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے پھر کسی کو یہ سزا نہ دی''

آج بھی بعض افراد اس طرح کی پھپھسی اور بے وقعت تاویلات کو جمع کرکے اپنے دلائل کی عمارت کھڑی کرنے کا میلان رکھتے ہیں۔ اسی لئے راقم الحروف نے علامہ ابن کثیرؒ کی زبانی ان کا جواب درج کرنا مناسب سمجھا ہے۔ ان شبہات کی مزید وضاحت آگے آرہی ہے۔

قصاص کے نفاذ کا طریقہ کار

اس بارے میں فقہا کے درمیان پایا جانے والا اختلاف حسب ذیل ہے:

مالکیہ کا موقف: ابن قاسم امام مالکؒ سے روایت کرتے ہیں کہ اگر قاتل نے لاٹھی یا پتھر سے یا آگ میں جلا کر یا پانی میں ڈبو کر ہلاک کیا تو قصاص میں قاتل کے ساتھ بھی ویسا ہی کیا جائے گا اور اس پر موت تک وہی عمل دہرایا جاتا رہے گا۔ خواہ اس کے جرم کی مقدار سے بڑھ ہی کیوں نہ جائے، البتہ دو وجوہ اور دو حالتوں میں ایسا نہیں کیا جائے گا:

وجہ اوّل: اگر قاتل نے کسی ناجائز عمل مثلاً شراب پلا کر یا لواطت کے ذریعہ قتل کیا تو مجرم کے ساتھ وہی نہیں کیا جائے گا بلکہ اسے تلوار سے قتل کر دیا جائے گا۔

وجہ دوم: اگر مجرم نے زہر پلا کر یا آگ کے ذریعہ ہلاک کیا تو قصاص میں اسی طرح قتل نہیں کیا جائے گا بلکہ یہ مثلہ کی صورت ہے۔

اس وجہ دوم کے بارے میں ابن العربی کہتے ہیں: میرے نزدیک یہاں ممانعت کی علت 'مثلہ' نہیں بلکہ یہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(آگ میں جلانا) عذابِ الٰہی کی صورت ہے، اس لئے ممنوع ہے۔ چنانچہ جب حضرت ابن عباسؓ کو معلوم ہوا کہ حضرت علیؓ نے بعض مرتدین کو آگ میں جلانے کا فیصلہ کیا ہے تو انہوں نے کہا

''میں تو اسے درست نہیں سمجھتا کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے: **لا تعذبوا بعذاب الله** ''یعنی تم اس طرح کسی کو عذاب نہ دو جس طرح اللہ تعالیٰ نافرمانوں کو سزا دیں گے'' البتہ انہیں قتل کیا جاسکتا ہے کیونکہ آپ کا ارشاد ہے کہ جو شخص اپنا دین چھوڑ کر دوسرا دین اختیار کرلے، اسے قتل کردو''

☆ امام مالکؒ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ قصاص کا طریقہ طے کرنا ولی مقتول کا حق ہے۔ مالکی علماء اس امر پر متفق ہیں کہ اگر ایک شخص نے کسی کا ہاتھ اور پیر کاٹ دیا اور آنکھ نکال دی اور ایسا اسے تکلیف دینے کی غرض سے کیا تو قصاص میں اس کے ساتھ بھی یہی سلوک کیا جائے گا۔ جیسا کہ صحیح بخاری و مسلم میں آنحضرت ﷺ کا چرواہوں (اہل عرینہ) کے قصاص میں ان کے جرم جیسا سلوک کرنے کا حکم دینا مروی ہے۔ لیکن اگر اس شخص نے باہمی لڑائی اور مدافعت میں ایسا کیا تو پھر تلوار سے قصاص لیا جائے گا...... مالکی علماء کے اقوال میں سے صحیح یہ ہے کہ مجرم کے فعل اور اس کی سزا میں مماثلت و یکسانیت ضروری ہے۔ الا یہ کہ حد تعذیب میں داخل ہوجائے تو پھر تلوار کے ذریعہ قصاص لیا جائے گا۔ ان کے تمام اقوال اسی اصول پر مبنی ہیں۔ (ایضاً صفحہ ۳۱۴ تا ۳۱۵)

☆ **شافعیہ کا موقف** یہ ہے کہ قاتل سے اس طرح قصاص لیا جائے جس طرح اس نے دوسرے کو قتل کیا ہے بشرطیکہ وہ (انتقامی) عمل شریعت کے مطابق ہو۔ اگر اس عمل سے مجرم مرجائے تو فبہا، ورنہ تلوار سے اس کی گردن کاٹ دی جائے گی۔ کیونکہ بدلہ کی بنیاد مماثلت و مساوات پر ہے اور اسی لئے اس کا نام 'قصاص' رکھا گیا ہے۔ چنانچہ اگر ایک شخص نے کسی کو پتھر مارا اور وہ سنبھل نہ سکا حتیٰ کہ مرگیا تو قاتل کے ساتھ ایسا ہی کیا جائے گا اور اگر قید میں رکھ کر کھانا پینا بند کرکے ماردیا تو مجرم کو بھی اتنے عرصہ تک قید میں بھوکا پیاسا رکھا جائے گا لیکن اگر اس عرصہ میں اسے موت نہ آئی تو تلوار سے ہلاک کردیا جائے گا۔ (ایضاً: ص ۳۱۹، ۳۲۰)

......اگر مجرم نے کسی فعل غیر مشروع (ناجائز) کے ذریعہ قتل کا ارتکاب کیا مثلاً لواطت کی یا شراب پلاکر مارا تو اس معاملہ میں مشائخ شافعیہ کا اختلاف ہے:

۱۔ بعض کہتے ہیں کہ لواطت کے ذریعہ قتل کرنے والے مجرم کی مقعد میں ایک لکڑی ڈال کر اسی طرح کیا جائے جس طرح اس نے اس فعل شنیعہ کا ارتکاب کیا تھا اور شراب پلاکر مارنے والے کو زیادہ مقدار میں پانی پلاکر اتنی مدت تک انتظار کیا جائے (جتنی مدت میں مقتول ہلاک ہوا تھا) اگر اس دوران مجرم مرجائے تو ٹھیک ورنہ اس کی گردن کاٹ دی جائے کیونکہ صورتِ مذکورہ میں اسی طرح جرم و سزا کے مابین مماثلت کا تحقق ممکن ہے۔

۲۔ لیکن شافعیہ کا ایک گروہ یہ رائے رکھتا ہے کہ مجرم کو تلوار سے قتل کیا جائے گا اور جیسا فعل اس نے مقتول کے ساتھ کیا تھا، ویسا اس کے ساتھ نہیں کیا جائے گا کیونکہ وہ فعل شرعاً ممنوع ہے، برعکس اس کے پتھر سے اور تلوار سے قتل کرنا شرعاً جائز ہے جیسا کہ حدِ رجم میں پتھروں سے سنگسار کیا جاتا ہے۔

شافعیہ نے اپنے موقف کی بنیاد حسب ذیل دلائل پر رکھی ہے:

(۱) صحیح مسلم و بخاری میں یہ حدیث موجود ہے کہ ایک یہودی نے ایک انصاری لڑکی کو زیور چھیننے کی خاطر پتھروں سے سر کچل کر ہلاک کردیا۔ لڑکی نے اپنے آخری وقت میں اس قاتل یہودی کی نشاندہی کردی۔ رسول اللہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ﷺ نے اسے گرفتار کر کے پیش کرنے کا حکم دیا۔ آپؐ نے قصاص میں مماثلت کا اعتبار کرتے ہوئے دو پتھروں کے درمیان سے اس کا سر کچلنے کا حکم دیا۔ (أحکام القرآن از ابن العربی'': جلد اوّل، صفحہ ۱۱۴)

(۲) ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَإِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوا بِمِثْلِ مَا عُوقِبْتُمْ بِهِ﴾ (النحل:۱۲۶)
''اگر تم سزا دینا چاہو تو ایسی ہی سزا دو جیسی تمہیں دی گئی''

(۳) جس طرح قاتل نے ارتکابِ جرم کیا، اس طرح بدلہ لینے سے ہی قصاص کی مراد صادق ہوتی ہے جو کہ مماثلت سے عبارت ہے۔ لہٰذا فعل اور کیفیتِ عمل، دونوں کی یکسانیت کا اعتبار کرتے ہوئے اسی طرح قصاص لینا ضروری ہے جس طرح مجرم نے مقتول کو قتل کیا۔

حنفیہ کا موقف: القصاص في الفقه الاسلامي کے مؤلف کے مطابق اَحناف کا موقف یہ ہے کہ مجرم نے مقتول کو خواہ کسی بھی طرح ہلاک کیا ہو، اسے قصاص میں صرف تلوار سے قتل کیا جائے گا (صفحہ: ۳۰۸) فاضل مؤلف کی طرف سے درج کردہ اَحناف کے دلائل کے اہم نکات حسبِ ذیل ہیں:

(۱) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لا قود إلا بالسيف یعنی ''قصاص صرف تلوار ہی سے ہے'' اس سے مراد یہ ہے کہ قصاص تلوار سے نافذ کیا جائے، نہ یہ کہ تلوار سے ارتکابِ قتل کی صورت میں قصاص واجب ہے۔ پس یہ حدیث دو اُمور پر دلالت کرتی ہے:

(i) وجوبِ قصاص سے متعلق آیاتِ قرآنیہ کی مراد کا تعین

(ii) حدیث کی ابتدا عموم سے ہو رہی ہے جس سے تلوار کے علاوہ اور کسی چیز سے استیفاءِ قصاص کی نفی ہوتی ہے

(۲) نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے ہر چیز سے احسان کرنا فرض ٹھہرایا ہے۔ پس جب تم کسی کو سزائے قتل دو تو اسے سلیقہ سے قتل کرو اور جب کوئی جانور ذبح کرو تو سلیقہ سے ذبح کرو اور چاہئے کہ ہر ذبح کرنے والا شخص اپنے خنجر کو تیز کرے اور اپنے ذبیحہ کو راحت پہنچائے'' پس جبکہ حضورِ اکرم ﷺ نے سلیقہ کے ساتھ قتل کرنے اور اللہ تعالیٰ کے حلال کردہ جانوروں کو ذبح کرتے وقت راحت پہنچانے کا حکم دیا ہے تو انسان جو کہ نہایت شرف واحترام رکھتا ہے، اس کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے۔ (حوالہ، ایضاً)

(۳) ضروری ہے کہ قصاص بغیر کسی زیادتی کے لیا جائے اور تلوار کے بغیر دیگر طریقوں مثلاً آگ میں جلانے، غرق کرنے یا پتھر مار کر ہلاک کرنے یا قید رکھنے وغیرہ سے قصاص لیا جائے تو ان صورتوں میں مجرم کے ساتھ اس کے فعل جرم سے زیادہ فعل کرنا پڑے گا کیونکہ اگر وہ ایسی سزائے مثلی سے نہ مرسکا تو پھر اسے تلوار سے ہلاک کیا جائے گا یا وہی عمل دہرایا جائے گا تا آنکہ وہ مرجائے اور یہ بھی اس زیادتی (اعتداء) میں داخل ہے جس کا حکم آیت کے منافی ہے کیونکہ اگر قصاص اس سے عبارت ہے کہ مجرم کے ساتھ اس جیسا فعل کیا جائے تو وہ ہوچکا۔ اب اس کے بعد اِسے قتل کرنا حد قصاص سے تجاوز کرے گا اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ﴿وَمَنْ يَتَعَدَّ حُدُودَ اللهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهُ﴾ ''یعنی جو شخص حدود اللہ سے تجاوز کرے وہ اپنے آپ پر ظلم کرتا ہے'' (الطلاق) ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمَنِ اعْتَدَىٰ عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدَىٰ عَلَيْكُمْ﴾ (البقرہ:۱۹۴) ''یعنی جو کوئی تم پر زیادتی کرے تو جس طرح کا معاملہ اس نے تمہارے ساتھ کیا ہے ویسا ہی سلوک تم بھی اس کے ساتھ کرو'' نیز فرمایا: ﴿وَإِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوا بِمِثْلِ مَا عُوقِبْتُمْ بِهِ﴾ یعنی ''اگر تم سزا دینا چاہو تو اسی قدر سزا دو جتنی تمہیں تکلیف پہنچائی گئی ہے''۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہاں اس امر کی ممانعت فرمائی ہے کہ مجرم نے جتنا زخم لگایا اسے اس سے زیادہ زخم لگایا جائے یا جتنا فعل (جرم) اس نے کیا ہے، اس کے ساتھ اس سے زیادہ کیا جائے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ مجرم کے ساتھ صرف اتنا ہی فعل کیا جانا چاہئے جتنا اس نے کیا ہے نہ کہ اس سے زیادہ۔

(۴) قصاص عبارت ہے برابر کے بدلے سے اور پتھر مار کر ہلاک کرنے کی کوئی مقدار متعین نہیں جس کی رو سے یہ قرار دیا جاسکے کہ مجرم کو پتھر مار کر ہلاک کرنے میں اس کے جرم کی مقدار سے تجاوز نہیں کیا گیا۔ یہی حال تیر یا نیزہ پھینک کر اور آگ میں جلا کر ہلاک کرنے کا ہے۔ اس لئے یہ جائز نہیں کہ قصاص سے مراد اسکی مماثلت ہو بلکہ اس سے مراد لازماً یہ ہے کہ مجرم کی جان کا بسرعت ممکنہ خاتمہ کردیا جائے۔

(۵) حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مثلہ (ہیئت بگاڑنے) سے منع فرمایا ہے کیونکہ ایسا کرنا معصیت ہے اور قصاص سے مراد ہر ممکن آسان طریقہ سے مجرم کی جان کا اِتلاف ہے جو کہ تلوار ہی سے ممکن ہے۔

اَحناف کے موقف کا تجزیہ

کسی بھی علمی 'بددیانتی' کے الزام سے بچنے کے لئے اَحناف کے موقف کو تفصیل سے درج کردیا گیا ہے۔ جن دلائل کی بنیاد پر اَحناف نے مسئلہ مذکور کے ضمن میں نتیجہ اَخذ کیا ہے، ان سے کامل اتفاق نہیں کیا جاسکتا، بلکہ ان کی طرف سے جن بعض نکات کو 'عقلی دلائل' کے طور پر آگے بڑھایا گیا ہے، اگر آج ان کا تجزیہ کیا جائے تو کسی حد تک وہ غیر عقلی بلکہ مضحکہ خیز بھی ہیں۔ ممکن ہے جس وقت اور جن واقعات کی روشنی میں یہ دلائل پیش کئے گئے ہوں گے، اس وقت ان کی قدر و قیمت مخصوص سیاق وسباق کے اعتبار سے مختلف ہو لیکن جاوید مغل کیس کے تناظر میں اگر کوئی شخص ان دلائل ونتائج کو بنیاد بنا کر اس رائے کا اظہار کرے کہ سو بچوں کے قاتل کو دی جانے والی سزا غیر شرعی ہے تو یقیناً کہا جانا چاہئے کہ صاحب ُالرائے نے حالات کی رعایت کو ملحوظ خاطر نہیں رکھا۔ احناف کے مندرجہ بالا موقف کے متعلق راقم الحروف کی معروضات حسب ِذیل ہیں:

(۱) جہاں تک اس حدیث کا تعلق ہے کہ ''قصاص صرف تلوار ہی سے ہے'' اس حدیث کے راوی حضرت نعمان بن بشیرؓ ہیں اور اسے سفیان ثوریؒ نے روایت کیا ہے۔ فن حدیث کے عظیم ماہر علامہ البانی نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے اور اپنی کتاب إرواء الغلیل: ج ۲،ص ۲۸۵ میں بڑی تفصیل سے اس کے ضعف سند پر بحث کی ہے۔ علاوہ ازیں یہ حدیث بخاری ومسلم کی اس حدیث سے متعارض ومتصادم ہے جس میں واضح طور پر موجود ہے کہ حضورِ اکرم ﷺ نے قبیلہ عرینہ کے اَفراد کے ہاتھ پاؤں کاٹ دینے کا حکم دیا اور ان کی آنکھوں میں گرم سلائیاں پھیری گئیں۔ اور ایک بچی کے قتل کی سزا کے طور پر یہودی کا سر پتھر سے کچلنے والی حدیث بھی ظاہر کرتی ہے کہ قصاص پر تلوار کے علاوہ بھی عملدرآمد کی صورت ہوسکتی ہے۔ صحابہ کرام، خلفائے راشدین اور بعد کے اَدوار سے بھی متعدد مثالیں دی جاسکتی ہیں جن میں قصاص کی سزا تلوار کے علاوہ بھی دی گئی۔

مفسر حافظ ابن کثیرؒ نے سورۃ مائدہ کی آیت ۳۳ کی تفسیر بیان کرتے ہوئے یہ واقعہ نقل کیا ہے کہ

''ایک مرتبہ حجاج بن یوسف نے حضرت انسؓ سے سوال کیا کہ سب سے بڑی اور سب سے سخت سزا جو رسول اللہ ﷺ نے کسی کو دی ہو، تو حضرت انسؓ نے قبیلہ عرینہ کے لوگوں کو دی جانے والی سزا کا واقعہ بیان کیا۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں پھر میں نے دیکھا کہ حجاج نے تو اس روایت کو اپنے مظالم کی دلیل بنا لیا تب

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تو مجھے سخت ندامت ہوئی کہ میں نے اس سے یہ حدیث کیوں بیان کی"

غور طلب امر یہ ہے کہ حضرت انسؓ کو ندامت اس بات پر ہوئی کہ حجاج بن یوسف نے اس واقعہ کو اپنے مظالم کی دلیل بنا لیا۔ اگر آج بھی کوئی حکمران بے گناہ رعایا پر ظلم ڈھانے کے لئے اس واقعہ کا سہارا لے گا تو اس کی مذمت اہل علم پر فرض ہے۔ مگر فساد برپا کرنے والے اور سو بچوں کے قتل کے مرتکب ایک شقی القلب انسان کو اگر کوئی حکمران قبیلہ عرینہ کے افراد کی طرح سزا دے، تو کوئی بھی صاحب ِعلم اس پر تاسف کا اظہار نہیں کرے گا۔

بعض افراد کی طرف سے پیش کردہ یہ تاویل بھی کمزور ہے کہ حضورِ اکرم ﷺ نے چونکہ قبیلہ عرینہ کے ڈاکوؤں کو مذکورہ سزا دینے کے بعد دوبارہ کسی کو ویسی سزا نہیں دی جس سے یہ ثابت ہوا کہ انہوں نے اس سے منع فرما دیا۔ یہ محض ان کی پیش پا افتادہ دلیل ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ آپ ؐ کی حیاتِ طیبہ میں اس طرح کا واقعہ بھی دوبارہ کبھی پیش نہ آیا، تو ایسی سزا دوبارہ دینے کی ضرورت کیسے پیش آتی؟

(۲) جہاں تک سزائے قتل کے نفاذ میں 'سلیقہ سے قتل کرنے' کی ہدایت ہے، اس کا اطلاق بھی عمومی صورتوں میں ہوتا ہے۔ بعض بے حد استثنائی اور قتل عمد کی انتہائی سنگین وارداتوں میں جہاں قاتل کو سزا دینے کے ساتھ ساتھ اسے نمونہ عبرت بھی بنانا مقصود ہو، وہاں اس کے برعکس عمل بھی قرآن وسنت کی روح سے متصادم نہیں ہے۔ رسالت مآب اور خلفاءِ راشدین سے مروی مذکورہ واقعات میں اس عمومی پالیسی کا لحاظ نہ رکھنا بھی ثابت وظاہر ہے۔ صحیح مسلم اور نسائی کی یہ حدیث حلال جانوروں کو ذبح کرنے کے سیاق میں آئی ہے۔ جہاں تک جانوروں کو سلیقہ سے ذبح کرنے کا تعلق ہے، وہاں کوئی استثنائی صورت پیدا نہیں کی جاسکتی کیونکہ جانوروں نے کسی 'جرم' کا ارتکاب نہیں کیا ہوتا اور نہ ہی ان کے ذبیحہ سے کسی درسِ عبرت کی صورت نکالی جاسکتی ہے۔ جیسا کہ صفحہ ۸ پر حاشیہ میں وضاحت کی گئی ہے، اسلام شرفِ انسانیت اور تکریم آدم کا علمبردار ہے۔ مگر ایسے انسانوں کا کیا کیجئے جو شعور کے حامل ہونے کے باوجود بھی بہائم اور حیوانات سے بھی اپنے آپ کو گرا دیتے ہیں۔

(۳) قصاص کے بارے میں فقہائے احناف نے لفظ 'اعتداء' اور 'مماثلت' کے متعلق جو نکتہ آفرینیاں فرمائی ہیں وہ بال کی کھال اُتارنے کے زمرے میں آتی ہیں۔ قصاص میں وہ تلوار کے علاوہ کسی اور چیز سے قتل کرنے کے محض اس وجہ سے قائل نہیں ہیں کہ کہیں وہی عمل دہرانے سے 'زیادتی' نہ ہوجائے۔ ان کے خیال میں زیادتی حدِ قصاص سے تجاوز کرنے کا نام ہے۔ وہ قصاص کے نفاذ میں 'کیفیت' اور 'کمیت' کی غیر ضروری بحثوں میں اُلجھ کر خوانخواہ الجھاؤ پیدا کرتے ہیں۔ 'برابر کا بدلہ' کی جو تعبیر انہوں نے کی ہے، اگر اس پر حرف بہ حرف عمل کیا جائے تو 'برابر کا بدلہ' لیا جانا امر محال بلکہ ناممکن ہوجائے گا۔ ان کے ارشادات کی نفاستوں کو ہی پیش نظر رکھا جائے تو قتل عمد میں قصاص تو ایک طرف ﴿وَالْجُرُوْحَ قِصَاصٌ﴾ (زخموں میں قصاص) پر عملدرآمد بھی ممکن نہیں رہے گا۔ کیونکہ اشتعال یا کسی فوری جذبے کے زیر اثر کئے جانے والے اقدام سے وہ اقدام بہت اعتبارات سے مختلف ہوتا ہے جو باقاعدہ سوچ سمجھ کر مخصوص مقاصد کے پیش نظر روبہ عمل لایا جائے۔

'زیادتی' والی دلیل کی حمایت میں احناف کی طرف سے جن آیات کا حوالہ مندرجہ بالا سطور میں دیا گیا ہے، وہ سیاق وسباق سے ہٹی ہوئی ہیں۔ سورۃ الطلاق کی آیت نمبر ۱ کا جز ﴿وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَقَدْ ظَلَمَ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نَفْسَهُ﴾ طلاق کے معاملات کے متعلق ہے۔ یہاں عدت کے دوران عورتوں کے ساتھ زیادتی نہ کرنے کی ہدایت ہے مگر فقہاءِ کرام نے اپنی بات کا وزن بڑھانے کے جوش میں 'طلاق' کے مضمون کی آیت کو 'قصاص' کے مضمون پر منطبق کردیا۔ ان کی جانب سے پیش کردہ سورۃ بقرہ کی آیت ۱۷۸ ﴿فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾ یقیناً آیتِ قصاص کا آخری جزو ہے۔ لیکن اس کے سیاق وسباق پر غور کیا جائے تو اس کا مفہوم وہ نہیں نکلتا جو یہ عظیم فقہاء پیش فرماتے ہیں۔ یہاں تفصیلات کی گنجائش نہیں ہے، اس کا حقیقی مفہوم تفاسیر اور کتبِ فقہ میں دیکھا جاسکتا ہے۔ مولانا ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے اس 'زیادتی' کی وضاحت یوں کی ہے:

''مثلاً یہ کہ مقتول کا وارث خون بہا وصول کرلینے کے بعد پھر انتقام لینے کی کوشش کرے یا قاتل خون بہا اَدا کرنے میں ٹال مٹول کرے اور مقتول کے وارث نے جو احسان اس کے ساتھ کیا ہے، اس کا بدلہ احسان فراموشی سے دے'' (تفہیم القرآن، جلد اول، صفحہ ۱۳۹)

حافظ ابن کثیرؒ اس کی وضاحت یوں فرماتے ہیں:

''پھر فرمایا: جو شخص دیت یعنی جرمانہ لینے کے بعد یا دیت قبول کرلینے کے بعد بھی زیادتی پر تل جائے، اس کے لئے دردناک عذاب ہے''

سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۱۹۴ میں جس 'برابری' کا ذکر کیا گیا ہے وہ حرمت والے مہینوں میں کفار کی طرف سے زیادتی کے ردِعمل کے طور پر ہے۔ جیسا کہ مولانا ابوالاعلیٰ مودودیؒ فرماتے ہیں:

''آیت کا منشا یہ ہے کہ ماہِ حرام کی حرمت کا لحاظ کفار کریں تو مسلمان بھی کریں۔ اور اگر وہ اس حرمت کو نظر انداز کرکے کسی حرام مہینے میں مسلمانوں پر دست درازی کر گزریں تو پھر مسلمان بھی ماہ حرام میں بدلہ لینے کے مجاز ہیں'' (تفہیم القرآن: جلد اوّل، صفحہ ۱۵۲)

سورہ بقرہ کی آیت نمبر ۱۹۴ کا مکمل ترجمہ یہ ہے:

''ماہِ حرام کا بدلہ ماہِ حرام ہی ہے اور تمام حرمتوں کا لحاظ برابری کے ساتھ ہوگا، لہٰذا جو تم پر دست درازی کرے، تم بھی اسی طرح اس پر دست درازی کرو''

کوئی صاحبِ انصاف اگر ٹھنڈے دل سے اس آیت کے پس منظر پر غور فرمائے تو اس آیت کی بنیاد پر قصاص کے مجرم کے بارے میں اس نتیجہ پر پہنچنے میں اسے مشکل ضرور پیش آئے گی کہ ''ان آیات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ کہ مجرم کے ساتھ صرف اتنا ہی فعل کیا جانا چاہئے جتنا اس نے کیا ہے، نہ کہ اس سے زیادہ''۔ جہاں تک سورۃ النحل کی آیت نمبر ۱۲۶ ﴿وَاِنْ عَاقَبْتُمْ ...... الخ﴾ کا تعلق ہے، اس کو شافعیہ اور حنفیہ نے اپنی اپنی دلیل کے طور پر استعمال کیا ہے۔ شافعیہ اس سے قصاص پر عملدرآمد پر زور دیتے ہیں جبکہ اَحناف کے بعض فقہا اس کی بنیاد پر اپنے 'زیادتی' والے خدشات کو مزید تقویت دیتے ہیں۔ اس آیت کی روشنی میں ان کا یہ استنباط تو درست ہے کہ ''یہاں اس امر کی ممانعت فرمائی ہے کہ مجرم نے جتنا زخم لگایا، اسے اس سے زیادہ زخم نہ لگایا جائے'' مگر جاوید مغل کے معاملے میں اس آیت کو آڑ بنا کر بھی 'قصاص' سے گریز کی صورت پیدا نہیں کی جاسکتی کیونکہ جاوید مغل کا جرم اتنا سنگین ہے کہ اس پر قصاص کی سزا نافذ کرتے ہوئے کسی قسم کی 'زیادتی' کا اِمکان ہی نہیں ہے۔ بلکہ اسے 'برابر کی سزا' دینا بھی اس دنیا میں ممکن نہیں ہے۔ اسے 'اتنی سزا' دی ہی نہیں جاسکتی جتنی اس نے سو بچوں کو تکلیف پہنچائی۔

(۴) جاوید مغل کو دی جانے والی سزا کو غیر شرعی قرار دینے والوں کے نزدیک غالباً سب سے بڑی دلیل یہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مثلہ (ہیئت بگاڑنے) سے منع فرمایا۔ لیکن شریعت کو سمجھنے کا طریقہ علماء کے ہاں یہ رہا ہے کہ وہ ایک موضوع پر تمام آیات واحادیث کو پیش نظر رکھ کر شرعی مسئلہ کی وضاحت کرتے ہیں۔ چنانچہ قرآنی آیت جس میں الٹی طرف سے ہاتھ پاؤں کاٹنے، مجرم کے ٹکڑے ٹکڑے کرنے، صحیح بخاری کی قبیلہ عرینہ کے بارے میں بیان کردہ حدیث اور صحیح مسلم میں یہودی کا سر کچلنے والی جیسی صریح احادیث وآیات کی موجودگی میں ضرورت اس بات کی ہے کہ ان سب کو سامنے رکھ شریعت کا منشا طے کیا جائے۔ جس کی صورت یہی ہے کہ عمومی حالات میں شریعت مطہرہ نے مثلہ کرنے یا مقتول کو اذیت دینے سے منع کیا ہے لیکن جوابی سزا کے طور پر، جرم کے استیفاء کی غرض سے اور جرائم کو جڑ سے اکھاڑنے کے لئے مخصوص حالات میں ان کی اجازت بھی دی ہے اور انہی میں سے ایک سنگین ترین صورت حال جاوید مغل جیسے وحشی قاتل کی بھی ہے، جس کی وحشت وبربریت کی مثال معلوم تاریخ میں آج تک دستیاب نہیں ہو سکی۔

چنانچہ سورۃ المائدہ کی آیت، قبیلہ عرینہ کے متعلق بخاری ومسلم کی صحیح اُحادیث اور یہودی قاتل کا پتھروں سے سر کچلنے والی حدیث سے، مثلہ والی حدیث کا تطابق ضروری ہے۔ نجانے اُحناف کے بعض فقہاء اس تطبیق کی ضرورت کیوں نہیں محسوس کرتے۔ محض اپنے موقف کی صداقت وقوت کو ثابت کرنے کے شدید داعیہ کے زیر اثر وہ ایک صحیح حدیث کو دوسری کے لئے ناسخ قرار دے کر آگے بڑھ جاتے ہیں۔ جبکہ نسخ کے ثبوت کے لئے علماء کے ہاں باقاعدہ اصول وقوانین ہیں، جن کے ذریعے نسخ کا پتہ چلایا جاتا ہے۔ شریعت کا معاملہ کوئی ایسا کھیل تو نہیں کہ جس چیز کو چاہیں منسوخ قرار دے دیا جائے۔ مفتی محمد یوسف لدھیانوی لکھتے ہیں:

''اوّل یہ کہ کسی حکم شرعی کے بارے میں جو آنحضرتؐ سے ثابت ہو، نسخ کا دعویٰ کرنا بہت ہی سنگین بات ہے۔ اور اس کے لئے نقل صحیح کی ضرورت ہے، محض قیاس وگمان سے نسخ کا دعویٰ کرنا جائز نہیں''......

حافظ سیوطی الاتقان (۲:۲۴) میں لکھتے ہیں:

''ابن حصار کہتے ہیں کہ نسخ کے باب میں صرف نقل صریح کی طرف رجوع کیا جاتا ہے جو آنحضرت ﷺ سے یا کسی صحابی سے منقول ہو کہ فلاں آیت نے فلاں حکم منسوخ کر دیا، اور نسخ کا حکم اس وقت بھی کیا جاسکتا ہے جب کہ دونصوں میں قطعی تعارض ہو (جس میں مطابقت دینا ممکن نہ ہو) اور ساتھ ہی تاریخ سے بھی متقدم اور متاخر کو معلوم کیا جاسکے...... کیونکہ نسخ کا مطلب ایک ایسے حکم کو اُٹھانا ہے جو آنحضرت ﷺ کے عہد میں ثابت تھا اور اس کی جگہ پر دوسرے حکم کو رکھنا ہے۔ اس بارے میں لائق اعتماد نقل صریح یا قطعی تاریخ ہی ہو سکتی ہے نہ کہ محض رائے اور اجتہاد'' (ماہنامہ 'بینات' کراچی: شمارۂ جون وجولائی ۱۹۸۱ء)

☆ سورۃ مائدہ کی آیت نمبر ۳۳ میں فسادیوں کے لئے ایک سزا سولی پر چڑھانا ہے، اس کے متعلق ابن کثیرؒ لکھتے ہیں: ''پھر بزرگوں نے اس میں بھی اختلاف کیا ہے کہ آیا سولی پر لٹکا کر یونہی چھوڑ دیا جائے کہ بھوکا پیاسا مر جائے؟ یا نیزے وغیرہ سے قتل کر دیا جائے؟ یا پہلے قتل کر دیا جائے پھر سولی پر لٹکایا جائے تاکہ اور لوگوں کو عبرت حاصل ہو؟ اور کیا تین دن تک سولی پر رہنے دے کر پھر اتار لیا جائے یا یونہی چھوڑ دیا جائے''۔

ابن کثیرؒ کے ان جملوں سے ایک بات مترشح ہوتی ہے کہ بزرگ فقہا کا ایک گروہ فسادی قاتلوں کو قتل کرنے کے بعد سولی پر لٹکائے جانے کو جائز سمجھتا ہے تاکہ اور لوگوں کو عبرت حاصل ہو اور ایک گروہ یہ بھی رائے رکھتا ہے کہ سولی پر لٹکا کر یونہی چھوڑ دیا جائے، یعنی لاش گل سڑ کر خود ہی گرے۔ اگر فقہا کا ایک گروہ فسادیوں کو

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عبرت کا نمونہ بنانے، ان کی لاش کو سولی پر لٹکا کر یونہی چھوڑ دینے کو روا سمجھتا ہے، تو پھر یہ تو بتلایئے، اگر آج ایک ایڈیشنل سیشن جج اللہ بخش رانجھا صاحب نے سو بچوں کے وحشی قاتل جاوید مغل کو دو سو مرتبہ پھانسی دینے کے بعد اس کی لاش کے سو ٹکڑے کر کے تیزاب کے ڈرم میں ڈالنے کی سزا سنائی ہے، تو پھر اس پر طوفان کیوں کھڑا کیا جا رہا ہے اور اسے 'غیر شرعی' کیسے قرار دیا جاسکتا ہے؟ جبکہ اس کا مقصد دیگر لوگوں کے لئے عبرت کا ساماں پیدا کرنا ہے۔ اگر 'مثلہ' کے معاملے میں بقول جصاص ؒ فقہا میں اتفاقِ رائے ہے، تو پھر سولی پر لٹکا کر چھوڑ دینے کا معاملہ کیا 'مثلہ' سے کم ہے۔ لاش کو کتوں اور حیوانات کی خوراک کے طور پر سولی پر لٹکا کر چھوڑ دینا کیا شرفِ انسانیت کے منافی نہیں ہے؟ مگر اسکی تو بعض فقہا حمایت کرتے ہیں مگر جاوید مغل جیسے قاتلوں کی سزا پر اعتراض وارد کرتے ہیں۔

مصر کے قومی مرکز برائے تحقیقات وتعزیرات نے 'انسدادِ جرائم' کے موضوع پر قاہرہ میں ۲ تا ۵ جنوری ۱۹۶۱ء کو ایک سمپوزیم منعقد کروایا جس کا عنوان تھا ''انتقامِ جرائم اور ان کا سدباب'' ...... اس سمپوزیم میں یہ کہا گیا کہ شخصی بدلہ سے مراد قتل کے بدلہ انتقامِ قتل ہے۔ یہ مسئلہ تاریخ کے ان اَدوار میں زیادہ ابھرا ہے جب کہ حکومت ضابطہ قصاص کو پورے طور پر نافذ کرنے سے قاصر رہی۔ اس سمپوزیم کی چند سفارشات میں سے ایک اہم سفارش یہ تھی:

''عدالتی طریق کار قتل کے مقدمات میں جلد فیصلہ کی ضمانت دے اور شخصی بدلہ کی بنا پر قتل کی سزا اس قدر عبرت انگیز ہو جس سے ورثائے مقتول کے انتقامی جذبات ٹھنڈے پڑ جائیں تا کہ وہ خود قصاص لینے کی کوشش سے باز رہیں اور رائے عامہ بھی مطمئن ہو جائے'' (قصاص فی الفقہ الاسلامی، صفحہ ۴۸)

مصری سیمینار کی اس سفارش کی روشنی میں جناب اللہ بخش رانجھا کے فیصلہ پر غور کیجئے؟ کیا یہ اس سفارش پر عملدرآمد کی صورت نہیں ہے؟ کیا سو بچوں کے مظلوم والدین کے کلیجے اس فیصلے سے ٹھنڈے نہیں ہوئے؟ کیا رائے عامہ اس سے مطمئن نہیں ہے؟ یقیناً ہے، تو پھر یہ فیصلہ قابل قبول کیوں نہیں ہے؟ حکومت اس کے خلاف اپیل میں کیوں جانا چاہتی ہے؟

یہاں ہم مسٹر کلائیو سے گفتگو کے دوران ہونے والی ایک بات کو بھی ریکارڈ پر لانا چاہتے ہیں۔ ایک سوال کے جواب میں مسٹر کلائیو نے بتایا کہ برطانیہ میں جب جاوید مغل کو دی جانے والی سزا کی خبر اخبارات میں شائع ہوئی تو رائے عامہ کے ایک طبقہ نے کہا:

It is a goof idea, We should treat peodophiles like this.

یعنی! ''یہ بڑا اچھا خیال ہے۔ ہمیں بھی بچوں کے قاتلوں کو ایسی ہی سزا دینی چاہئے''

جب برطانیہ کے عوام کا ایک طبقہ اس سزا کو اچھا خیال کرتا ہے تو ہمارے ہاں 'انسانی حقوق' کے ڈھنڈورچی اس کی مخالفت نجانے کیوں کرتے ہیں؟ پاکستان کے انسانی حقوق کے علمبردار تو جاوید مغل کو برسرعام پھانسی کو انسانی حقوق کے منافی اور وحشیانہ طریقہ کہہ رہے ہیں۔ مگر جاوید مغل نے خود اپنی پھانسی کی سزا کو ٹیلی ویژن پر دکھانے کی خواہش کا اظہار کیا ہے (روزنامہ 'پاکستان' یکم اکتوبر ۲۰۰۰ء)

مختصراً جاوید مغل کو دی جانے والی سزا 'قصاص' کے اسلامی قانون سے مطابقت رکھتی ہے۔ مالکیہ اور شافعیہ نے کھل کر 'قصاص' کی حمایت کی ہے۔ البتہ حنفیہ نے جن دلائل کی بنیاد پر ''تلوار ہی میں قصاص ہے'' جیسا موقف اپنایا ہے، ان کے دلائل تعمیم کے درجہ میں ہیں۔ ان کا اطلاق جاوید مغل جیسے ننگ انسانیت وحشی قاتلوں پر ہرگز نہیں ہوگا۔ ہمیں امید ہے کہ جاوید مغل کو دی جانے والی سزا پاکستان میں قصاص کے نفاذ کے اسلامی طریقہ کار کو فروغ دینے کے لئے سنگِ میل ثابت ہوگی۔ (محمد عطاء اللہ صدیقی)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ